

انتقاد کے لئے کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہے۔

## انتقاد

تالیف مولانا سید رمیس احمد جعفری ندوی۔

اسلامی جھوڑ بیٹھا ہے ناشر ادارۃ الثقافت اسلامیہ - کلب روڈ - لاہور۔

ذیرِ نظر کتاب جناب رمیس احمد ندوی مرحوم و مغفور کے انتقال کے بعد شائع ہوتی ہے۔ اکتوبر ۱۹۶۴ء  
کو ان پر یک بارگی دل کا درہ پڑا اور وہ اپنے رب کے پیارے ہو گئے۔ انا للہ رانا الیہ راجعون۔  
مرحوم ایک مشعور و معروف مصنف تھے، انہوں نے کثیر التقدار کتابیں لکھیں۔ اور ہر مرد خوش پر نکھیں۔ یہ  
کتاب ان کی شاید آخری کتاب ہے، جو اُس ادارہ نے شائع کی ہے، جس سے مرحوم و مغفور بررسوں متعلق ہے۔  
دین اسلام دنیا کے دوسرے مذاہب کے مقابلے میں اپنے اعتقادات اور عبادات تک میں انفراد  
کے بجائے ان کی جماعتی حیثیت پر زیادہ زور دیتا ہے۔ چنانچہ نماز، روزہ، حج اور نکوڑہ، جن کا کہ شمار  
اڑکان اسلام میں ہوتا ہے، محض انفارادی فرائض نہیں، بلکہ ان کی اپنی ایکستقل جماعتی اور جمہوری حیثیت بھی  
ہے۔ ارشادِ نبوی ہے کہ نماز کے لئے جماعت ضروری ہے۔ ایک دفعہ کاذکر ہے کہ رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام  
نے ان لوگوں پر جو نماز کے لئے جماعت میں شرک نہیں ہوتے تھے، سخت اظہار نا راضی فرمایا اور کہا کہ میں  
چاہتا ہوں کہ ان سے گھروں کو الگ ٹھاکوں۔ قرآن مجید نے اُس مقدس دوڑ میں مسلمانوں کے طریقہ کار کی یوں  
نشان دیتی کی ہے۔ وَ أَمْرِهِمْ شوری بینام (وہ اپنے کام آپس میں مشورہ کر کے کرتے ہیں)۔ نیز رسول اللہ  
صلعم کو ارشاد ہوا کہ وہ امور میں مسلمانوں سے مشورہ فرمایا کریں (وشاور ہے صرفی الامر)۔

مشورہ جمہوری نظام کی اصل اساس ہے۔ اور اسلام نے پہلے دن سے اس پر زور دیا، خود رسول اکرم صلجم  
آن تمام امور میں جو کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نہیں ہوتی تھی، صحابہ کرامؓ سے مشورہ فرماتے تھے۔  
آپ کی سیرت اس قسم کے واقعات سے پُر ہے۔ آپ کے انتقال کے بعد خلافتِ راشدہ میں جس طرح باہم

مشوی سے تمام انور طے پاتے تھے، ان کی تفصیلات تاریخ میں موجود ہیں۔ قسمتی سے بعد میں یہ رجحان بذریعہ کمزور ہوتا گی۔ اسی سے مسلمانوں کا زوال شروع ہوا، اور وہ دنیا کی ایک لپیں مانو قوم بن گئے۔

مصنف مرحوم نے "امانتا حیرہ" میں بالکل صحیح لکھا ہے کہ "... دنیا میں صرف ایک قوم مسلمان ایسی ہے جس نے علمی اور عربی طور پر جیوریت کا مرتع دنیا کے سامنے پیش کر کے اسے محروم کر دیا۔ جب دنیا شہتا ہیت، استھنا اور آمریت کے سوا کسی نظام ہم حکومت سے واقف نہ تھی، اسلام نے اپنے ماننے والوں میں جھوریت کچھ اس طرح راسخ کر دی کہ بعض دینی معاملات تک اُس کے حیطے میں آگئے مثلًا جامع اور اکثریت کی بلا دستی نیذ اللہ علی الجماعة اور من شَدَّ شَذْ فِي النَّارِ کہہ کر تمام کر دی۔ اور نبی آنحضرت مصلی اللہ علیہ وسلم تک پرشوری لازم تواردیا۔ اور غیر دینی معاملات میں آپ نے ہمیشہ اس کا احتساب فرمایا۔

اور اس کے ساتھ ہی فاضل مصنف نے یہ بھی صراحت کر دی ہے کہ "اسلام نے جھوریت کی کوئی خاص وضع دہیت اور کوئی مخصوص نظام و دستور نہ معین کیا ہے، نہ مرتب کیا ہے۔ یہ بات امت کی صوابیدی پر چھوڑ دی ہے کہ اپنی ضروریات و مقتضیات کے مطابق جس طرح کا نظام چاہے، وضع کر کے اسے برداشت کارے آئے۔ شرط صرف ایک ہے، اسے کتاب و سنت کا تابع ہونا چاہیے" ॥

یہیں ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ امت مختلف نسلانوں اور حالات میں اپنی صوابیدی سے اپنی ضروریات و مقتضیات کے مطابق جو نظام بنائے گی، یہ شرط کہ وہ کتاب و سنت کے تابع ہو، کس طرح پوری ہو سکتی ہے؟ آخر یہ فیصلہ کون کرے گا کہ آیا یہ نظام کتاب و سنت کے تابع ہے یا نہیں؟۔ ظاہر ہے یہ فیصلہ جھوکی رائے عامہ سے ہو گا، اور تھی نہیں میں اسے ہی اجماع کہا گیا ہے۔ امام ابوحنیفہؓ کے شاگرد امام محمدؓ نے ایک حدیث نبوی روایت کی ہے جس میں ارشاد ہوا ہے کہ جس چیز کو مسلمانوں کی جماعت اچھی کہے، وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔ اور جسے وہ تبعیح کہے، وہ اللہ کے نزدیک بھی تبعیح ہے۔ ہمارے نزدیک مسلمانوں کے کسی نظام کو جانچنے کے لئے کہا یا وہ کتاب و سنت کے تابع ہے یا نہیں، یہ معیار مردی ہے۔

اسی بارے میں شیخ محمد عبدهؓ کی بھی یہ رائے ملاحظہ ہو۔ "قرآن مجید نے ہمیں اعلیٰ اور

مکمل اصول دیتے ہیں، جن پر تم اپنی حکومت کی بنیادیں استوار کر سکتے ہیں۔ جہاں تک دنیاوی اور معاشرتی معاملات کا تعلق ہے، اللہ نے ہمیں مکمل آزادی دے رکھی ہے۔ اب اشوری پر قرآن اور سنت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اور پابندی نہیں..... (دنیاوی معاملات کے بارے میں جہاں قرآن یا حدیث صحیح کی واضح نصیحت ہو، وادا یہ نصوص جو کہ دنیاوی معاملات کے بارے میں ہوں، بہت کم ہیں، جیسا کہ امام لازی کا قول ہے، قوانین کا مصدر امتت ہے۔)

مصنف کے نزدیک "اسلامی جمہوریت" کا اصل منبع اور مصدراً اسلامی سماج ہے۔ چنانچہ کتاب کے پہلے باب میں "اسلامی سماج" کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ بقول ان کے "اسلامی سماج ایسا ضابطہ اخلاقی پیش کرتا ہے، جو اگر بعد میں کار لایا جائے تو دنیا کے سارے مفاد کا آن کی آن میں خاتمہ ہو سکتا ہے۔" کتاب کے دوسرا باب میں خلافت، شرط، قریشیت، شرط، طاعت، سربراہی، حکمت، بنیادی حقوق، عورت اس کی شخصیت اور حقوق، تقید اور آزادی، لغتار، عدل و انصاف، عدالیہ، تعزیز و عقوبات اور اُس کے مستثنیات، ثالثی اسلامی حکومت، اسلامی سو شلزم یا اسلامزم، اسلامی سیکولرزم، حاکمیت عوام اور سوویتی، حاکم، پاکستان، پاکستان کا دستوری ارتقاء پر بحثیں ہیں۔

مژہب، مہم صفات کی اس کتاب میں مصنف مرحوم نے "اسلامی جمہوریت" کے متعلق جملہ معلومات کا لیک کافی ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔

کتاب کے ایک باب کا عنوان ہے: "اسلامی سو شلزم یا اسلامزم"۔ مصنف لکھتے ہیں کہ کیونز کے طوفان کو رد کرنے کے لئے بعض سیاسی رہنماؤں اور مددگروں نے "اسلامی سو شلزم" کا پروپاگنڈا شروع کیا ہے۔ اختراء کیت اور اشتایت میں پہلی زرد مذہب پر پڑتی ہے اور اُسے رخصت کر دیا جاتا ہے۔ اسلامی سو شلزم کا مطلب یہ ہے کہ مذہب کو قائم رکھتے ہوئے یہ نسلی حیات جتنا زیادہ سے زیادہ اپنایا جا سکتا ہے، اپنایا جاتے ہیں۔

اس میں مصنف مرحوم کی راستے یہ ہے کہ ہمیں اس قسم کے چکروں میں نہیں پہنچا جائیں ہے..... اسلام کو ان تحریکوں سے کچھ نہیں لینا ہے، بلکہ یہ تحریکیں اسلام کے پیش کردہ اور ایک عربی تک عمل میں لائے ہوئے نسلی حیات کی ناتام اور بجزی ہوتی صورتیں ہیں۔ اسلام اُنہم ہی اصل الاصول ہے۔ اگر اسلام سے پوری و اتفاقی ہے تو پھر اسلام ہی کافرہ ہونا چاہیے۔ کیونز یا سو شلزم کو ایک روز خود اسلام کے آستانے پر رحیکا پاڑ گا کیون کہ ان تحریکوں میں بشری کمزوریاں موجود ہیں اور اسلام چوں کر ایک خلائقی مذہب ہے، اس لئے وہ ہر طرح

کی کمزوریوں سے بردی ہے.....۔ بعد ازاں مصنف نے "اسلام ازم کے خصائص" بیان کئے ہیں۔ اس میں اُن کے نزدیک (ا) مکان بنانا اور اُسے کرایہ پر دینا اور ان مانا کرایہ وصول کرنا اسلام کی نظر میں غیر پسندیدہ فعل ہے۔ (ب) ذاتی ضرورت سے زیادہ زمین نہیں رکھی جاسکتی۔ (ج) ابطال ملکیت زمین۔ خاطمیوں نے اپنے عہد حکومت میں جو حکم از کم اُن کے نقطہ نظر سے خالص مذہبی اور شرعی تھا، ابطال ملکیت زمین کے حق میں فحیلہ کر دیا اور اسی پر عمل درآمدہ ہوتا رہا.....۔ اسی طرح اسلامیوں نے ابطال ملکیت زمین کی بنیاد اشتراکیوں کی مانندی والی تھی، جسے وہ ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیتے تھے، ان اراضی سے انسفار کا حق دیا جاتا تھا، ملکیت کا نہیں، وفا کے بعد پھر خلیفہ کی بر جاتی تھیں۔ یہ جائیگیوں اور زمینیں ز McConnell ہو سکتی تھیں، نہ ان میں وفا شست چلتی تھی.....۔ خلفاء راشدین نے جس قسم کی سادا زندگی بھر کی اور اپنی ذات کو ایک عام مسلمان سے سمجھی صورت میں مقدم نہ کر دانا، اس کی مثالیں دینے کے بعد مصنف پوچھتے ہیں، "کسی سو شش ملک میں کوئی ایسا سربراہ ملکت بھی ہے؟ کیا اس کے بعد بھی ہمیں سو ششوم یا اسلامی سو ششوم کا پرنسپ بلد کرنے کی ضرورت ہے؟"

"اسلامی سیکورنزم" کے تعلق مصنف کا نقطہ نظر خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ اُن کے نزدیک "اسلامی سو ششوم کی اصلاح چند روچنڈ غلط فہمیوں کا موجب بن سکتی ہے۔ لیکن اسلامی "سیکورنزم" یعنی ایسی چیز ہے، جو درست بھی ہے اور جس پر فخر بھی کر سکتے ہیں، اس سلسلے میں محروم کا کہننا ہے کہ سیکورنزم کے معنی غلط کئے جاتے ہیں۔ اس سے مراد "لامذہ بھی" نہیں، بلکہ "مذہبی غیر جانب داری" ہے۔ یعنی صحیح معنی میں وہ حکومت سیکولر کہلائی جاسکتی ہے، جو اکثریت رکھنے کے باوجود اپنے مذہب کے آئین، شعائر اور سُرمُم، مدد و دعایات اور تہذیب و ثقافت، سرکاری و بدبدے سے کام لے کر سلطنت کی سماں نامحود کرے۔ اور اگر کوئی حکومت ایسا کرتی ہے تو وہ سیکورنہیں کہلائی جاسکتی۔ وہ بدترین قسم کی مذہبی حکومت ہے۔ اور مذہب میں آنا کفریوں مذہب کا استخفاف بھی ہے۔ عقل عامد کا بھی اور انسانیت کا بھی۔

— مصنف ہر جو میں "اسلامی حکومت کا اختصار" یوں بیان کیا ہے، "اسلامی حکومت فخر کے ساتھ اپنے مذہبی ہونے کی مقرر ہے۔ اور اتنے ہی فخر کے ساتھ اپنی مذہبی غیر جانب داری یعنی سیکورنزم کی بھی مقرر ہوتی ہے۔ وہ اپنے اپنائے ملت کے ساتھ خالص مذہبی حکومت ہے.....۔ لیکن غیر مذہب والوں کے پرستی لاد میں کسی طرح کی مداخلت نہیں کرے گی.....۔ انھیں مادا امت کی نعمت سے آشنا کرے گی۔ انھیں انسانی حقوق عطا کرے گی۔ اُن کے مذہبی معاملات میں کسی طرح کی مداخلت نہیں کرے گی.....۔ انھیں مسائل حیات سے محروم نہیں کرے گی۔ مسلمانوں کے مقابلے میں اُن کے ساتھ زیادہ مراءعات محفوظ رکھے گی۔ انھیں

کسی تیمت پر یہ محسوس نہیں ہونے دے گی کہ وہ درستے درجے کے شہری ہیں۔“

اس سے اگلے باب میں مصنف نے بتایا ہے کہ اسلام نے سب سے پہلی مرتبہ عوام کی حاکیت اور حاکم کی مسئولیت تسلیم کی ہے بچہ اس باتے میں تاریخ کی مثالیں دے کر لکھا ہے کہ ان سے یہ بات اچھی طرح صاف اور واضح ہو جاتی ہے کہ عوام کی حاکیت اور بالادستی اور حاکم کی مسئولیت اور جواب دہی ایک اٹھی حقیقت اور مسلم امر ہے، جسے اگر اسلام کی روح کہا جائے تو نہ نظر ہو گا۔ ایسی روح جس پر اسلام کی عمارت اُستوار ہے:

لیکن یہاں مصنف مرحوم نے اس امر پر روشنی نہیں ڈالی کہ کیا ایک اسلامی جمہوریہ میں غیر مسلموں کو بھی اُسی طرح ملکت کے قانون ساز اداروں کے لئے جو آئینی لحاظت سے اُس ملکت کے مرکز اقتدار اعلیٰ ہوتے ہیں، ووٹ دینے، اُن میں منتخب ہونے اور اُن کے باتاude ارکان بننے کا حق حاصل ہے، جیسے کہ مسلمانوں کو ہوتا ہے نیز یہ کہ بیانی حقوق میں مسلم اور غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں ہوگی اور قانونی، آئینی اور سیاسی طور پر دو نوں مکمل طور سے ایک ذریعہ پر ہوں گے، اور منہب کی بنی پر مسلم اور غیر مسلم شہریوں میں حکومت کوئی امتیاز رکھنا نہیں رکھے گی، — آج اس دوسری ایک سیکور رکھومت کے لیے لوازم ہیں، سیاسی اور آئینی لحاظ سے باقی اگر ایک نام کی سیکور رکھومت کے کرتا دھرتا اور اس کی نااسب اکثریت متعصب ہوگی، تو اُس سے روا داری اور غیر حاضر داری کی کیا توقع ہو سکتی ہے، اصل سوال آئینی اور سیاسی تحفظات کا ہے۔

مصنف مرحوم نے اس بارے میں کچھ نہیں لکھا کہ کیا ایسی سیکور رکھومت (اور ایسی حکومت ہی صحیح معنوں میں آئینی طور سے سیکور رکھی جاسکتی ہے) اسلامی بھی جائے گی، اور اس نظام کو ہم اسلامی سیکورزم کہہ سکتے ہیں؟

کتاب بڑی پُراز معلومات ہے۔ اور اسلامی جمہوریت کے موضوع میں مصنف مرحوم نے بہت کافی مواد جمع کر دیا ہے۔

کتاب مجدد ہے، کتابت و طباعت اوس طریقے کی ہے۔ قیمت ۹ روپے۔

اندادات مولانا عبد الحق شیخ الحدیث دارالعلوم حفاظہ،

دعوت حق : اکوڑہ خٹک (تحصیل نو شمہر)۔

منبع پشاور کی تحصیل نو شمہر میں اکوڑہ خٹک نامی ایک مشہور اور تاریخی قصہ ہے، جس